نظم / غزل

خراجِ عقیدت

ماجد علی کاوشؔ

○

اک بشر، اک کارواں تھا کہہ گیا جوالوداع
وہ مجسم اک جہاں تھا کہہ گیا جو الوداع

تھا تو وہ جے پور سے اٹھا علیگڑھ میں خمیر
دور تک جاتی ہیں نظریں ہے کہاں اس کی نظیر
کس قدر با وصف انساں اور کیسا باضمیر
باعث تمکین جاں تھا، کہہ گیا جو الوداع

ہر عمل سے تھا نمایاں خاندانی مرتبہ
یورش رنج والم میں بھی نہ کی آہ و بکا
اس کا ایماں تھا کہ جو کچھ ہے وہ ہے رب کی رضا
جرأتوں کی داستاں تھا، کہہ گیا جو الوداع

ماہر تاریخ گوئی مونسؔ آداب فن
کس محبت سے سنوارا ہر گھڑی روئے سخن
وہ جہاں ہوتا تھا ہوتی تھی وہاں اک انجمن
کہنہ قدروں کی اماں تھا، کہہ گیا جو الوداع

با اثر تحریر اس کی اور مدلل گفتگو
مطمئن کرتی تھیں جو ذہنوں کو ایسے دو بدو
خشک ساحل کو کرے سیراب جیسے آب جو
بے زبانوں کی زباں تھا، کہہ گیا جو الوداع

طوطیٔ گلزار خواجہ جاں نثار مصطفےٰ
نعت گوئی میں پرویا چاہتوں کا فلسفہ
اپنی قدروں ہی میں دیکھا عظمتوں کا راستہ
اہل ایماں کی اذاں تھا، کہہ گیا جو الوداع

زرد پتوں کو ادب کے رنگ و بو دیتا رہا
خشک شریانوں کو غزلوں کی لہو دیتا رہا
با عمل عالم تھا درس جستجو دیتا رہا
وہ مسلسل ضو فشاں تھا، کہہ گیا جو الوداع

PP4، اسٹریٹ نمبر6، J-Extn، لکشمی نگر، دہلی۔110092

فردوسؔ گیاوی

○

بڑے بڑوں کی گزارش کو ٹال آیا ہے
سلیقہ مند عداوت نکال آیا ہے

ندی نے چھوڑ دیا ہے عنایتیں کرنا
سمندروں پہ سنا ہے زوال آیا ہے

کہاں سے لایا ہے چڑھتی ندی کی طغیانی
ترے قلم میں کہاں سے کمال آیا ہے

زمانہ تو ہے خوشامد پسند لوگوں کی
جو حق پرست ہے ہوکر نڈھال آیا ہے

وہ ایک شخص جو الفاظ کا تھا جادوگر
وہ اپنے فن کو گلاسوں میں ڈھال آیا ہے

وہ جس کے دم سے ادب کا چراغ روشن تھا
اسی کا فیض ہے فن میں اُچھال آیا ہے

تمام مہرے تو اس کے غلام ہیں شاید
بساطِ وقت پہ نظریں وہ ڈال آیا ہے

جو کل تلک بڑا بے سکون تھا فردوسؔ
اسی کے چہرے پہ رنگ جمال آیا ہے

عارف نگر، جیول بیگھہ، گیا۔823001 (بہار)